Semester 2nd
MIL Urdu
Mudasir Aga

## داستان،ناول، افسانہ

## اردو داستان کی فنی شناخت

کوئی کہانی جو طویل مسلسل جاذب اور دلنشین اندازمیں تحریر کی جائے،جس میں قوت متخیلہ سے کام لیا گیا ہو اور جس میں محیر العقول واقعات ہوں ،جن، پری، پرستان دیو شہزادہ شہزادیوں کا تذکرہ ہو اس قصے کو داستان کہتے ہیں۔ داستان سننے اور سنانے کا فن ہے داستان گوئی کا رواج قدیم زمانے سے آیا ہے۔ داستان اس وقت کی یادگار ہے جب انسان کی عقل نسبتاً کم اور وہ دیومالائی چیزوں اور جن پریوں پر اعتماد کرتا تھا۔داستان کا اہم وصف رجائیت ہے اس میں نا آسودگی میں آسودگی ملتی ہے۔ محرومی کی تلخی کو بھلا دینے کا مادہ موجود ہے۔اس میں خواہشوں کی تکمیل ہوتی ہے ۔داستان اس زمانے کی پیداوار ہے جس میں لوگوں کے پاس فرصت کے لمحات ہوا کرتے تھے اور وہ وقت گزاری کے لئے داستان سے کام لیا کرتے تھے۔

## داستان کے عناصر ترکیبی

**1۔طوالت:** داستان کا سب سے اہم وصف اس کی طوالت ہے۔اس میں ایک طویل قصے کو سامعین کی دلچسپی کو مد نظر رکھ کر بیا ن کیا جاتا ہے۔داستان کے قصے کو یک رخا نہیں ہونا چاہیے اس میں زندگی کی گوناگوں تصویریں ملتی ہیں۔اس میں قصہ در قصہ ملتا ہے۔یعنی ایک قصہ ختم نہیں ہوا کہ دوسرا شروع ہوا ۔دوسرے کے اندر سے ایک اور قصہ شروع ہوتا ہے۔

لکھنؤ کی داستان گوئی کے بارے میں مشہور ہے کہ ایک امیر کے یہاں ایک داستان گو ملازم تھا کسی شہزادے کی شادی کا تذکرہ سنا رہا تھا تو بارات سسرال کے دروازے پر پہنچ چکی تھی کہ اس داستان گو کو کسی ضروری کام سے باہر جانا پڑا۔اس نے اپنے کسی شاگرد کو امیر کو داستان سنانے کے لئے مقرر کیا اور اس سے کہا کہ میں جلد واپس آوں گا تم داستان کو سنبھالے رکھنا

داستان گو پندرہ دن بعد واپس آیا تو معلوم ہوا کہ ابھی بارات وہیں کھڑی ہے جہاں چھوڑ کے گیا تھا۔داستان کا یہ وصف سامعین کی اکتاہٹ کا سبب بن سکتا تھا لیکن یہاں داستان گو کمال مہارت سے دلچسپی کو بنائے رکھتا ہے۔

**2۔پلاٹ:** داستان کے مختلف واقعات کو منطقی طور ترتیب دینے اور ان میں ایک ربط کو پیدا کرنے کا نام پلاٹ ہے۔جیسے اگر کسی کو طبیب کے پاس دکھانا ہو تو پہلے اس ک بیمار دکھانا ہے۔داستان سے ایک سادہ اور مربوط پلاٹ کی توقع رکھنا عجیب سی بات ہے ۔

پلاٹ دو طرح کا ہوتا ہے ایک سادہ اور دوسرا پیچیدہ پلاٹ۔سادہ پلاٹ وہ ہوتا ہے جس میں کہانی سیدھے سادے انداز میں ختم ہو۔جس میں ایک آغاز وسط اور انجام ہو۔پیچیدہ پلاٹ وہ ہوتا ہے جس میں آغاز اور انجام تو ہوتا ہے لیکن بیچ میں کہانی ادھر ادھر بھٹکتی رہتی ہے۔اور اس میں سینکڑوں واقعات بیان ہوجاتی ہیں۔داستان کی بے ربطی اس ماحول کی پیداوار ہے جس میں لوگوں کو وقت کے زیاں کا کوئی تصور نہیں تھا۔

**3۔کردار نگاری:** کسی بھی قصے کو پیدا کرنا اس قصے میں کام کر رہے مختلف لوگوں کو کردار کہتے ہیں۔اور ان کرداروں کو ان کی خصوصیات کے ساتھ پیش کرنا کردار نگاری کہلاتا ہے۔داستان میں بے شمار کردار ہوتے ہیں۔ جن کے ارد گرد کہانی گھومتی ہے۔کردار دو قسم کے ہوتے ہیں ایک شر کے نمائندہ اور دوسرے خیر کے نمائندہ۔ جن میں کشمکش چلتی رہتی ہے ۔داستان کا مرکزی کردار ہیرو اور ہیروئن کا ہوتا ہے جو ہمیشہ خیر کےنمائندے ہوتے ہیں۔ اسکے علاوہ ان کے رشتے ناطے اور شر کی نمائندگی کرنے والے ان کے دشمن ہوتے ہیں۔

**4۔مافوق فطری عناصر** : داستانوں میں بالضرور مافوق فطری عناصر موجود ہوتے ہیں جو قصے کو دلچسپ اور دلنشین بناتے ہیں۔یعنے جن دیو پری پرستان کوہ کاف ہوا میں شہزادوں کا اڑنا پانی پر چٹائی پر سوار ہیرو کا سفر کرنا انگوٹھی سے جنوں کا سر قلم کرنا،طلسمی تلوار کا موجود ہونا داستان کا ایک وصف خاص ہے ۔ اس بابت کلیم الدین احمد لکھتے ہیں۔

” داستانوں میں مافوق العادات چیزوں کی زیادتی ہوتی ہے اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ان چیزوں میں پہلے لوگوں کو یقین تھا۔لوگ سمجھتے تھے کہ خدا نےاس دنیا اور اس دنیا کے باشندوں کے علاوہ کوئی اور دنیا بھی پیدا کی ہے اوراس دوسری دنیا میں ایسی ہستیاں بستی ہیں جو ہمیں نظر نہیں آتیں لیکن جو اپنی مرضی کے مطابق ہمارے سامنے ظاہر بھی ہو سکتی ہیں اور ہمارے معاملات میں دخل اندازی بھی کر سکتی ہیں اس دنیا کا ایک نام کوہ قاف ہے جہاں پرپریاں بستی ہیں۔"

5. **منظر نگاری**: داستان گواگرچہ اپنے تخیل کی مدد سے داستان کو تیار کرتا ہے تاہم جو زمان اور مکان ،جو چیزیں وہ اس داستان میں بیان کرتا ہے وہ منظر نگاری کہلاتا ہے ۔داستان گو کے لاشعور سے اس کے آس پاس کا ماحول اس کی داستان میں راہ پاتا ہے۔جس کو اجنبی بنانے کے لئے داستان نگار دور کسی ملک کا نام لیکر مکانی اور ماضی کا حوالہ دیکر زمانی بعد اور دوری پیدا کرتا ہے۔جیسے یمن یا روم میں کسی زمانے میں ایک شہزاد ہ رہتا تھا۔ وغیرہ تاکہ اس کی داستان کے واقعات پر کوئی شک نہ کرے۔ وہ اپنے ماحول اور طرز زندگی کو بڑی مہارت سے داستان میں پروتا ہے ۔

6.**اسلوب** : داستان کے عناصر ترکیبی میں ایک اہم رول اس کا اسلوب نبھاتا ہے داستان کا فن در اصل سننے سنانے کا فن ہے لیکن اس کا ڈکشن عام بول چال سے قدرے مختلف ہوتا ہے۔اسی لئے جب داستانوں کو با ضابطہ لکھا جانے لگا تو اس میں برتا ہوا اسلوب عام تحریر سے جدا ہی ہوتا ہے ۔یہ اسلوب دو طرح سے ہے ایک پر شکوہ پر تکلف مسجّع اور مقفی اسلوب دوسرا سادہ اور سلیس اسلوب، اول الذکر کی مثال داستان نو طرز مرصّع اور فسانۂ عجائب ہے اور ثانئ الذکر کی مثال باغ و بہار اور قصۂ مہر افروز دلبر ہے۔داستانوں کو ان کا اسلوب ہی بقاے دوام عطا کرتا ہے۔جیسے باغ و بہار جو رہتی دنیا تک اپنی چھاپ چھوڑ جاے گی اس کا وصف صرف اس کے اسلوب میں چھپا ہے۔ داستان کے اسلوب سے ہی اس زمانے کے الفاظ زبان و بیان کے متعلق ہمیں معلومات فراہم ہوجاتی ہیں۔

**داستانوں میں تہذیبی عناصر اور اس کے زوال کے اسباب۔**

داستانیں اپنے دور کی تہذیبی دستا ویز ہوتی ہیں۔ان میں اس زمانے کے رہن سہن، طور طریقہ،کھان پان رسوم ورواج کی مکمل تفصیلات ہوتی ہیں۔داستانوں میں عموماً ہیرو سماج کے اعلی طبقے کا نمایندہ ہوتا تھا جو زندگی کو آسودہ حال جیتا تھا اس کے لئے ہر آسائش بہم ہوتی تھی۔ اردو داستانوں کا شہر چاہیے روم ہو یا ایران ہو اس میں ہندوستان ہی کی تہذیب کی جلوہ گری ہوتی ہے۔داستان امیر حمزہ، بوستان خیال، سحر البیان ، گل بکاولی سب اپنے اپنے وقت کی تہذیب کی نمائندگی کرتی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ داستان امیر حمزہ سے ساحری اور عیاری نکال لیجئے تو لکھنؤ کی تہذیب ہی بچتی ہے۔وہ تعویز فتیلوں پر یقین، وہ عورتوں کا بازار میں نہ جانا وہ پیروں فقیروں کی درگاہوں پہ حاضری دینا ،راگ راگنیوں کی محفلیں کوٹھے اور ان کا سماجی مقام سب اس زمانے کی حقیقی تصویریں ہیں جن سے ہم واقف ہی نہ ہوتے اگر داستانیں نہ ہوتیں۔داستانوں میں سلطنت کا جاہ و جلال شہزادے شہزادیوں کی عیاشیاں، ان کی آسودہ زندگی کی رنگ رلیاں جنوں کا ان پہ مہربان ہونا، جگہ جگہ نظر آتا ہے۔اس زمانے میں طرز رہائش،اور طر ز لباس کی تفاصیل جیسے اچکن انگیا چلمن دستار عبا گاو تکیہ رومال وغیرہ، کھانوں میں گوشتابہ شامی کباب قورمہ گاو زبان شیرمال پراٹھے باقر خانی دم پخت فرنی وغیرہ۔یہ اس زمانے کے تہذیبی نقوش ہیں جو ہمیں داستانوں میں سیر کرنے سے حاصل ہوتے ہیں۔ ہم ان داستانوں سے ناواقف نہیں رہ سکتے کیونکہ ایسا کرنے سے ہم ایک تہذیبی ورثے سے محروم ہو جائیں گے۔ انیسویں صدی تک کا زمانہ نسبتاً پر سکون و گیر ترقی یافتہ زمانہ تھا۔اس وقت تک لوگ اپنی سادگی اور یک رنگ زندگی کو ہی متاع جان سمجھ رہے تھے ۔انیسویں صدی کو عقل اور انقلاب کا زمانہ کہا جاتا ہے۔اس دور میں لوگوں نے منطقی طور سوچنا شروع کیا۔صنعتی انقلاب اور مختلف علوم کی ترقی نے لوگوں کا اجتماعی شعور بیدار کیا۔سائنسی علوم نے توہمات کو انسان کی نظر میں حقیر بنادیا اور انہیں متبادل طریقوں کی کھوج لگانے کی حس عطا کی اب عقیدے بدل گئے۔اعتقادات تشکیک کی نظر ہو گئے۔دوسری طرف سیاسی انتشار،بد نظمی حالات کی دگرگونی نے انسانوں کو دائمی غم سے ہم کنار کر دیا۔اور اسے اپنا مستقبل اندھیرے میں دکھائی

دیا۔اس صورتحال میں لوگوں کے پاس فرصت کے لمحات محدود ہو گئے اور ان کے پاس داستان جیسی ضخیم کہانی کو پڑھنے کے لئے وقت نہیں رہا۔اس سب کے علاوہ مغربی تہذیب کی جلوہ سامانی اور ناول کی ایجاد جو حقیقی زندگی کی ترجمانی کرتا ہے،نے داستان کی اہمیت کم کردی۔حالی نے مقدمہ شعر و شاعری کے ذریعے شاعری کے نئے معیار قائم کئے ۔دھیرے دھیرے داستان پردے کے پیچھے قصی پارینہ بنتی چلی گئی اور ناول نے اس کی جگہ لیکر اردو ادب کو وقت کا ساتھ د ینے کی ترغیب دی۔

**اردو داستان کا آغاز و ارتقاء**

اردو کی تقریباً تمام قدیم اصناف دکن سے شروع ہوئی ہیں۔داستان کی بھی ابتدا دکن سے شروع ہو جاتی ہے۔اس کی ابتدا کا سحرا ملّا وجہی کو جاتا ہے۔جنہوں نے اردو کی پہلی داستان سب رس لکھ کراس صنف کا باضابطہ آغاز کیا۔ ممکن ہےکہ سب رس سےپہلے بھی کوئی داستان لکھی گئی ہو لیکن وقت کے ہاتھوں ان کے تلف ہونے کی وجہ سے سب رس کوہی اوّلیت حاصل ہے۔یہ عظیم کارنامہ عبداللہ قطب شاہ کے زمانے کی پیداوار ہے۔جن کے دربار کا ملّا وجہی ملک الشعراء تھے۔ سب رس کو مولوی عبدالحق نے دریافت کیا اور۱۹۳۲ میں اسے شائع کیا یہ ایک اخلاقی تمثیل ہے (تمثیل ایک طریقہ ہے جس میں غیر انسانی چیزوں کو انسانوں کی طرح کام کرتے دکھایاجاتا ہے ( اس میں سیستان ملک کےبادشاہ عقل کا بیٹا دل اور سلطان عشق کی بیٹی حسن کی عشقیہ داستان بیان کی گئی ہے جس کے پردے میں دراصل اخلاقیات کو بیان کیا گیا ہے۔اس داستان کا سب سے اعلی پہلو اس کا اسلوب ہے۔جو رنگین مقفی مسجّع ہونے کے باوجود بوجھل نہیں ہے بلکہ دلکش اور دلنشین ہے۔

طوطی نامہ ایک اور یادگار ہے جو کافی اہمیت کی حامل داستان ہے۔یہ داستان 70 کہانیوں کا مجموعہ ہے جو طوطے کی زبانی پیش کی گئی ہیں۔ انوار سہیلی ایک اور داستان ہے جس کو عالمی ادب میں ایک اہم مقام حاصل ہے۔اس میں حکومت کے امور اوراخلاقی نصیحتوں کو کہانیوں کے پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ قصہ گل و ہرمز کو دکنی میں سب سے پہلے وجدی نے تحفئہ عاشقاں میں پیش کیا۔شمس اللہ قادری نے اس داستان کے مصنفین کا نام محمد خاطر اور شمشیر علی لکھا ہے یہ داستان بھی اردو میں ایک اہم اضافہ

ہے۔سنگھاسن بتیسی بھی ایک اہم داستان ہے۔ چتر بھوج داس نے فارسی شاعر فردوسی کے شاہ نامہ کا آزاد اردو ترجمہ کیا۔قصہ دلالہ مختالہ فارسی مثنوی کا ترجمہ ہے ۔یہ ایک مکار عورت کا قصہ ہے۔ملکہ زمان و کام کندلہ منظوم فارسی داستان جواہر سخن کا آزاد دکنی ترجمہ ہے۔یہ آسان وسلیس اور با محاورہ دکنی زبان میں لکھی گئی ہے۔ شمالی ہند میں شاعری کی طرح نثر نے بھی دکنی کے بہت بعد اپنے بال و پر کھولے ۔ ایک عرصے تک یہاں نثر کا کوئی نمونہ نہیں ملتا۔اٹھارویں صدی کی داستانوں میں قصہ مہر افروز دلبر، نو طرز مرصع ، نو آئین ہندی، عجائب القصص، اور جذب عشق شامل ہیں۔قصہ مہر افروز دلبر کا ذکر سب سے پہلے پروفیسر رفیعہ سلطانہ نے اپنے مقالہ اردو نثر کا آغاز و ارتقاء میں کیا ۔اس داستان کا واحد نسخہ گوالیار میں حضرت جی کی درگاہ میں موجود تھا۔ محمد غنی حضرت جی نے اس کو آغا حیدر حسن دہلوی استاد شعبئہ اردو نظام کالج حیدر آباد کو نذر کیا ۔اس داستان کو پروفیسر مسعود حسین خان نے 1966 میں عثمانیہ یونیورسٹی سے پہلی بار شائع کیا۔اس داستان کے مصنف کا نام اس کے پہلے صفحے پر دوسرے قلم سے لکھے نام عیسوی خان بہادر بتایا جاتا ہے۔اس کا قصہ بھی عام داستانوں سے ملتا جلتا ہے کہ بادشاہ لا ولد تھا اور تخت و تاج چھوڑ کر جنگل کی راہ لی اور فقیر کی دعاؤں سے ایک بیٹا پیدا ہوا وغیرہ وغیرہ۔

نو طرز مرصع اس زمانے کی اہم پیدا وار ہے۔ اس کے مصنف میر عطا حسین خان تحسین ہیں۔تحسین اس داستان کو شجاع الدولہ کو پیش کرنا چاہتے تھے۔لیکن نواب صاحب اس داستان کی تکمیل 1775 ء سے پہلے ہی چل بسے ۔بعد میں اس کے بیٹے نواب آصف الدولہ کے حضور پیش کی۔ شمالی ہند کی ایک اور اہم داستان نو آئین ہندی ہے اس کے مصنف مہر چند کھتری ہیں۔ انہوں نے قصہ آزر شاہ اور سمن بانو کا فارسی سے ہندی میں ترجمہ کر کے اس کا نام نو آئین ہندی رکھا۔لیکن اس میں ایک ضمنی قصہ ملک محمد و گیتی افروز ہے جس نام سے داستان مشہور ہوئی۔عجائب القصص داستان مغل بادشاہ شاہ عالم ثانی نے تحریر کی ہے۔ یہ داستان حمد نعت اور مدح خلفائے راشدین سے شروع ہوتی ہے۔ اس کے بعد ارہ اماموں اور چھاردہ معصومین کی منظوم منقبت ہے۔ پھر قصہ شروع ہوتا ہے۔ ڈاکٹر گیان چند جین کا کہنا ہے کہ یہ

داستان انہوں نے اس وقت لکھی جب وہ نابینا ہو چکے تھے۔ اس لئے یہ داستان سنا کر لکھوا گئی ہے اور اس کی ترتیب میں منشیوں نے مدد کی ہوگی۔ اس کا اصل نسخہ 1837 صفحات پر مشتمل ہے۔ جذب عشق اٹھارویں صدی کی پانچویں اہم داستان ہے۔ اس داستان کے مصنف سید حسین شاہ حقیقت بریلوی ہیں۔ فورٹ ولیم کالج کی داستانیں۔

فورٹ ولیم کالج کی ابتدا 1800 ء میں ہوئی اس کالج کے قیام کا واحد مقصد نو وارد انگریزوں کو اردو زبان سکھانا تھا۔ اس کالج کے شعبۂ اردو کے صدر ڈاکٹر جان گلکرسٹ تھے۔ انہوں نے اردو نثر کو کافی ترقی دی۔ ہندوستانی شعبے میں اردو پروفیسروں کو تعینات کیا گیا۔ چار سال میں 54 کتابیں تصنیف و تالیف یا ترجمہ کی گئی اور ان میں 44 کتابوں پر انعامات دئے گئے۔ اس کالج کی سب سے مقبول ومعروف داستان جس نے بقاے دوام کا دربارحاصل کیا باغ وبہار ہے۔ جس کے مصنف میر امن دہلوی ہیں۔ اس داستان کا خاص وصف اس کا اسلوب، سہل ممتنع، قصہ کی دلچسپی، دلی کی تہذیب کی عکاسی اس کو لازوال بنا دیتی ہے۔ اس میں چھے قصے ہیں چہار درویشوں کے ایک خواجہ سگ پرست کا اور ایک اصل قصہ بادشاہ آزاد بخت کا۔ قصے الگ الگ ہیں جن کی ابتدا اور انتہا کو ملایا گیا ہے۔ مولوی عبدالحق کے بقول میر امن کو اردو نثر میں وہی اہمیت ہے جو میر تقی میر کو شاعری میں ہے۔ داستان امیر حمزہ ایک طویل اور مقبول ترین داستان ہے۔ امیر حمزہ ایک مہم جو اور جان باز نوجوان ہے۔جو تمام مشکلات کو سر کرتا ہوا آگےبڑھتا ہے ۔آرائش محفل حیدر بخش حیدری کی لکھی داستان ہے۔اس میں مشہور حاتم طائی کا قصہ ہے۔آرائش محفل فارسی داستان حاتم نامہ مصنف عبداللہ کا اردو ترجمہ ہے۔ مذہب عشق نہال چند لاہوری کی لکھی ہوئی داستان ہے ۔ جان گلکرسٹ نے ان سے گل بکاولی کا ترجمہ کرایا جس کو انہوں نے مذہب عشق کے نام سے شائع کیا۔ فورٹ ولیم کالج کی کئی اورداستانیں ہیں جیسے نگار خانہ چین ، قصہ مہر و ماہ ، طوطا کہانی بیتال پچیسی قصہ مادھو نل کام کندلا ، وغیرہ فورٹ ولیم کالج سے باہر لکھی ہوئی داستانیں

رانی کیتکی کی کہانی انشاءاللہ خان انشا نے لکھی ہے۔اس کہانی کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ایک بھی فارسی عربی لفظ نہیں بلکہ صرف ہندی الفاظ کا

بڑی چابکدستی سے استعمال ملتا ہے۔ ایک اور داستان رجب علی بیگ سرور نے لکھی ہے جس کا نام فسانئہ عجائب ہے یہ داستان مختصر ہے اور اس میں کردار نگاری کا شعور بھی ملتا ہے یہی وہ داستان ہے جس کی کڑیاں ناول سے بہت حد تک ملتی ہے ۔اس داستان میں ملکہ مہر نگار کا کردار کا کردار بہترین ہے۔ سرور نے کچھ اور داستانیں بھی لکھی ہیں جیسے گلزار سرور ، سرور سلطانی ، شبستان سرور وغیرہ۔ شمالی ہند میں داستانوں کا دور تقریبا سو سال تک رہا پھر جب بیسویں صدی میں انگریزی تعلیم کا رواج ہوا اور لوگ سائنسی علوم سے واقف ہو گئے تو داستانوں کا زور ٹوٹا اور دھیرے دھیرے ان کو زوال آیا ۔

## 2: ۔ اردو ناول

ناول ایک وسیع فن ہے۔جس نےفنِ داستان گوئی سے جنم لیا اور قصہ گوئی کا مزاج پایا۔ ناول کا فن زندگی کا ترجمان ہے۔اس میں زندگی کی مکمل تصویر آئینہ دار ہوتی ہے۔ روز اول سے ہی انسان قصہ سننا اور بیان کرنے کا خواہشمند رہا ہے قدیم زمانے میں اس شوق کی آبیاری داستان سے ہوتی تھی جو بہت طویل ہوتی تھی۔ اس میں ایک ہی قصہ بیان نہیں ہوا کرتا تھا۔ بلکہ داستان قصہ در قصہ ہوتی تھی۔لیکن جب وقت گزرا اور جدید زمانہ آیا تو وقت کی قلت اور فرصت کی عدم دستیابی نے ناول کو جنم دیا۔لفظ ناول ناویلا سے نکلا ہے جو اطالوی لفظ ہے۔اطالوی زبان میں یہ لفظ نئے قصوں کے لیے استعمال ہوتا تھا۔انگریزی میں اس لفظ کے معنی ہیں نئے کے۔انگریزی سے یہ لفظ اردو میں آیا۔ادب میں کسی بھی صنف سخن کی کوئی بھی جامع تعریف ممکن نہیں اور ناول کی تعریف اس لیے اور بھی دشوار ہوتی ہے کہ یہ لچک دار اور وسیع صنف ہے۔ناول وہ نثری قصہ ہے جس میں ہماری زندگی کی تصویر ہوبہو پیش کی گئی ہو۔ ولادت سے موت تک انسان کو جو معاملات پیش آتے ہیں، جس طرح وہ حالات کو یا حالات اسے تبدیل کر دیتے ہیں وہ سب ناول کا موضوع ہے۔ خلاصئہ کلام یہ کہ ناول ایک ایسا آئینہ خانہ ہے جس میں زندگی کے سارے روپ دیکھے جا سکتے ہیں۔ کلاراریوز کے مطابق:۔ " ناول اس زمانے کی زندگی اور معاشرت کی سچی تصویر ہے جس زمانے میں وہ لکھا جا ئے"۔ ایچ۔جی۔ ویلز کے مطابق:۔ "اچھے ناول کی پہچان حقیقی زندگی

کی پیشکش ہے"۔ ہنری جیمس کا کہنا ہے کہ ناول اپنی وسیع ترین تعریف میں زندگی کا شخصی اور راست اثر ہے۔ ناول کے اجزائے ترکیبی:۔ ناول کے اجزائے ترکیبی کیا ہیں یعنی وہ کیا چیز یں ہیں جن کا کسی ناول میں پایا جانا ضروری ہے۔ فن کے نقطۂ نظر سے جن چیزوں کا ناول میں پایا جانا ضروری ہے وہ یہ ہیں۔ قصہ، پلاٹ، کردارنگاری، مکالمہ نگاری، منظر کشی، اور نقطۂ نظر۔ اب ان اجزا کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

قصہ/کہانی:- ہر افسانوی ادب کی اکائی کہانی ہوتی ہے ای ایم فارسٹر کے مطابق کہانی ناول کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ناول میں حقیقی زندگی کی کہانی پیش کی جاتی ہے۔ناول کی کہانی ہم کوایک جانی پہچانی دنیا سے متعارف کراتی ہے۔کہانی تجسس کو بیدار رکھتی ہے۔انسان کی دلچسپی کو برقرار رکھتی ہے۔کہانی جتنی دلچسپ ہو ناول اتنا ہی دلچسپ ہوتا ہے۔

پلاٹ:- پلاٹ کے معنی ہیں واقعات کو منطقی طور ترتیب دینا۔وقعات کی ایک کڑی کو دوسری کڑی سے ملانا۔ ناول میں بھی داستان کی طرح ایک پلاٹ ہوتا ہے مگر ناول کے پلاٹ اور داستان کے پلاٹ میں ییہ فرق ہے کہ داستان کا پلاٹ ڈھیلا اور فرضی واقعات کی ترتیب پر مبنی ہوتا ہے لیکن ناول کا پلاٹ قدرے سلجھا ہوا ہوتا ہے۔ناول میں پلاٹ کی ترتیب و تنظیم میں بڑی اہمیت ہوتی ہے۔پلاٹ جس قدر گتھا اور سلجھا ہوا ہوگا اسی قدر وہ اچھا سمجھا جاتا ہے۔انگریزی ناولوں کی بدولت ہمارے ناول نگاروں نے بھیی اچھے پلاٹ تخلیق کئے۔خود نذیر احمد کے اولین ناولوں بنات النعش اور مراۃ العروس میں اچھے پلاٹ نہیں ملتے۔رتن ناتھ سرشار کے ناول فسانۂ ازاد کا پلاٹ ڈھیلا ڈھلا ہے۔لیکن امراؤ جان ادا اردو کا مشہور ناول ہے۔یہ امرزا ہادی رسوا کی انگریزی سے واقفیت کیی دین ہے۔

کردار :۔ کہانی اور پلاٹ کے بعد ناول میں کردار کا نمبر آتا ہے ۔کردار کے بغیر نہ کہانی اور نہ پلاٹ کی تعمیر ہوسکتی ہے۔ناول چونکہ حقیقی زندگی کا آئینہ ہوتا ہے اس لیے اس میں حقیقی زندگی سے ہی کردار اخذ کیے جاتے ہیں۔کردار دو قسم کے ہوسکتے ہیں flat یعنی یک رخے اور round یعنی پہلو دار کردار

یک رخے کرداروں کے اوصاف ہمیشہ قائم رہتے ہیں ان میں تبدیلی زیدہ نہیں ہوتی۔ان کرداروں پر زمان و مکان کا خاص اثر بھی نہیں پڑتاہے۔یہی کردار عام طور پر مزاحیہ ہوتے ہیں۔جیسے توبتہ النصوح میں ظاہر دار بیگ اور فسانۂ آزاد کا خوجی۔ ای ایم فارسٹڑ اس قسم کے کردار کے بارے میں یوں بیان کرتا ہے" یک رخے کرداروں کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ قاری انہیں فوراً پہچان لیتا ہے۔ناول نگار کو ان کرداروں کو نئے سے متعارف کرانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔پہلودار کردار ارتقا پزیر ہوتے ہیں حالات و واقعات سے ان میں تبدیلی آتی ہے۔کرداروں کو ناول نگار کے ہاتھوں کٹھ پتلی نہیں بننا چاہیے۔بلکہ ایسے معلوم ہوں کہ وہ اپنی زندگی آپ جی رہے ہیں۔وہی کردار متاثر کرتے ہیں جو انفرادیت رکھتے ہیں۔کرداروں کی موت کو یقین آفرین انداز میں پیش کرنے میں ہی ناول نگار کے فن کی آزمائش ہوتی ہے۔

مکالمے:۔ ناول کے اندر مکالموں کی یہی اہمیت ہے کہ ان سے ڑرامائی کیفیت پیدا ہوتہ ہے اور کہانی کو آگے بڑھانے میں مدد ملتی ہے۔ مکالمے کرداروں کو نمایاں کرنے میں بہت مدد دیتے ہیں۔ناول میں مکالموں ہی کے ذریعے سے کرداروں کی سماجی حیثیت،طبقہ،تہذیبی پس منظر،نفسیاتی اور جذباتی کیفیت نمایاں ہوتہ ہے۔مکالموں میں ناول نگار کو اس بات کا خاص خیال رکھنا پڑتا ہے کہ ہر کردار اپنے طبقے اور حیثیت کے مطابق بات کرے۔

زمان و مکان:۔ زمان ومکان یا پس منظر ناول میں اہم مقام رکھتا ہے۔پس منظر یا زمان و مکان سے ناول کے واقعات و کردار نمایاں ہوتے ہیں۔ناول کو پڑھتے وقت اس کے پس منظر میں خیال نہیں جاتا اس لیے کہ پس منظر ہی کرداروں اور واقعات کو سامنے لاتا ہے۔ جب ناول نگار کسی جگہ اور خاص زمانے کو پیش کرتا ہے تو وہ اس کے مطابق ہی کردار اور واقعات کو پیش کرتا ہے کیونکہ ہر جگہ کی خصوصیات الگ ہوتی ہیں۔اور ہر زمانے کے حالات مختلف۔ناول کی اثر پزیری میں اس کا پس منظر خاموشی سے کام کرتا ہے۔
ناول کا اسلوب آئینہ کے زنگار کی طرح کام کرتا یے۔زنگار یا مصالحہ جو آئینے کے پیچھے لگایا جاتا ہے اس سے انسان کو شکل تو دکھائی دیتی یے لیکن انسان اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتا ہے۔ناول کا اسلوب بھی ایسا ہی ہونا چاہئے کہ کہ واقعات اور کرداروں پر توجہ مرکوز رہے لیکن اسلوب کی طرف

نہ جائے۔اسلوب انداز تحریر کو کہا جاتا ہے اور اس کا دلچسپ ہونا ناول کی اثر پزیری میں اہمیت رکھتا ہے۔بعض صاحب طرز ناول نگار ہوتے ہیں جو اسلوب کی انفرادیت قائم رکھتے ہوئےبھی واقعات اور کرداروں کو نمایاں انداز میں پیش کرتے ہیں۔

نقطہ نظر:۔ناول میں زندگی کو پیش کیا جاتا ہے اور زندی کی پیشکش میں ناول نگار کا زندگی کے تئیں نقطۂ نظر سامنے آتا ہے ۔اس کو فلسفۂ حیات کہا جاتا ہے۔ناول نگار کا نقطۂ نظر ناول میں زیریں لہر کے طور کام کرنا چاہیے۔ ایسا نہ لگے کہ ناول نگار ناول میں زبردستی اپنا نقطۂ نظر تھوپ رہا ہے۔اس میں آمد کی کیفیت پیدا ہو آورد کی کیفیت نہ ہو ۔بہر حال ناول میں نقطۂ نظر کی بھی بڑی اہمیت ہوتی ہے کیونکہ اس سے تمام اجزاے ترکیبی متاثر ہوتے ہیں۔

## افسانہ اور اس کے اجزائے ترکیبی

داستان اور ناول کے برعکس افسانہ جدید صنعتی اور مشینی دور کی پیداوار ہے۔ اس دور کے انسان کو تیزی سے بدلتے ہوئے زمانے کا ساتھ دینے اور زندگی کے نت نئے مسائل سلجھانے کے لئے شب و روز مصروف رہنا پڑتا ہے۔ اس مشینی دور کی تھکادینے والی تیز اور مصروف زندگی میں اس کے پاس اتنا وقت ہی نہیں کہ نچنت ہو کر فراغت سے بیٹھے اور بھاری بھرکم داستانوں اور ضخیم قسم کے ناولوں کا مطالعہ کرکے جذباتی تسکین یا ذہنی تفریح کا سامان کرسکے۔ چنانچہ وقت کی کم دامنی کا یہ احساس ہی مختصر افسانے کی ایجاد کا باعث بنا۔

افسانے کی تعریف بیان کرتے ہوئے ایک نقاد نے کہا ہے کہ:

افسانہ ایک ایسی نثری داستان کو کہتے ہیں جس کے پڑھنے میں کم از کم آدھا اور زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے لگیں۔

اس سلسلے میں ایک اور نقاد کا کہنا ہے کہ:

افسانہ ایک ایسی فکری داستان کو کہتے ہیں جس میں ایک خاص کردار، ایک خاص واقعہ، ایک تجربے یا ایک تاثر کی وضاحت کی گئی ہو۔ نیز اس کے

پلاٹ کی تفصیل اس قدر منظم طریقے سے بیان کی گئی ہو کہ اس سے تاثر کی وحدت نمایاں ہو۔

افسانے کی بدلتی ہوئی قدروں کے پیشِ نظر یہ تعریف اتنی جامع نہ ہوتے ہوئے بھی کافی حد تک صحیح ہے۔ اردو کا موجودہ افسانہ دراصل داستان اور ناول کی ترقی یافتہ صورت ہے، جس کے کے لئے انگریزی میں Short Story کا لفظ مستعمل ہے۔ اس صنف نثر کی موجودہ ادبی اور فنی روایت پر انگریزی افسانے کی گہری چھاپ نمایاں ہے۔ اپنی مخصوص روایت کے اعتبار سے افسانہ، داستان اور ناول سے مختلف صنف ہے۔ ذیل میں اس کی چند امتیازی خصوصیات بیان کی گئی ہیں

اردو افسانے کی امتیازی خصوصیات

**محدودیت**

افسانہ نگار انسانی زندگی کے صرف ایک گوشے کی جھلک دکھاتا ہے۔ اس کی توجہ زندگی کے صرف ایک پہلو پر مرکوز رہتی ہے۔ وہ اس ایک پہلو مختلف گوشوں کی وضاحت کرکے کہانی مکمل کرتا ہے لیکن یہ سب گوشے ایک جمالیاتی توازن کے ساتھ آپس میں مربوط ہونے چاہئیں تاکہ افسانے میں تاثر کی وحدت قائم رہے۔ اگر افسانہ نگار افسانے میں زندگی کے ایک سے زیادہ پہلوؤں کو دکھانے کی کوشش کرے گا تو اس سے نہ صرف وحدت تاثر مجروح ہوگی بلکہ پلاٹ میں کئی قسم کی فنی خرابیاں بھی پیدا ہوجائیں گی۔

**اختصار**

اختصار افسانے کی سب سے بڑی خوبی ہے۔ افسانہ نگار کو اس اختصار میں جامعیت پیدا کرنے کے لئے اشارے اور کنائے کی زبان استعمال کرنی پڑتی ہے۔ ان اشاروں پر غور کرنے سے زندگی کے مسائل پر سوچ بچار کرنے کا سلیقہ پیدا ہوتا ہے۔

**وحدتِ زمان و مکان**

اتحاد زمان و مکاں بھی مختصر افسانے کی بنیادی خصوصیت ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ افسانے کے واقعات اور وقت میں مطابقت ہو۔ واقعات اور وقت میں عدم مطابقت کا نتیجہ یہ ہوگا کہ افسانہ تضاد کاشکار ہوجائے گا۔

**وحدتِ کردار**

عمل کی مطابقت بھی افسانے کی ایک بہت بڑی خوبی ہے۔ ایک ہی کردار سے مختلف موقعوں پر متضاد قسم کے اعمال کا ظاہر ہونا بھی خلاف فطرت ہے۔ ایک ایسا کردار جس کی فطرت نیکی ہے، ایک وقت میں رحمدل اور دوسرے وقت میں ظالم نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح بدفطرت اور گھٹیا قسم کے کردار سے ایک وقت میں برائی اور دوسرے وقت میں نیکی ظاہر نہیں ہوسکتی۔ گویا افسانے کے کرداروں کے افعال میں ان کی فطرت کے مطابق یکسانیت ہونی چاہئے۔

**موضوع کی عمدگی**

افسانہ نگار کو موضود کے انتخاب میں بڑی احتیاط سے کام لینا چاہئے۔ افسانے کا موضوع نیچرل، زندہ اور جاندار ہونا چاہئے تاکہ افسانہ نگار کو کہانی کے پلاٹ میں گردوپیش کے احوال اور معاشرتی مسائل کا حقیقت پسندانہ تجزیہ کرنے کا موقع مل سکے۔

**دلچسپی کا عنصر**

دلچسپی ایک کامیاب افسانے کی بنیادی خصوصیت ہے۔ اگر افسانے کے موضوع اور پلاٹ کی دلچسپی کے ساتھ اسلوب بیان بھی موثر اور دلچسپ ہو تو کہانی کے اخلاقی اور تعمیری پہلو میں بھی شروع سے آخر تک ایک خاص قسم کی دلکشی قائم رہتی ہے۔

**مربوط انداز**

افسانے کی ایک نمایاں خصوصیت ربط ہے۔ افسانے کے واقعات کا آپس میں زنجیر کی کڑیوں کی طرح مربوط اور منسلک ہونا ضروری ہے۔ یہ ربط بڑے فطری انداز میں نمایاں ہونا چاہئے۔

**مشاہدے کا عنصر**

مشاہدے کی گہرائی، انسانی نفسیات کا عمیق مطالعہ اور حقائق اشیاءمیں اتر جانے والی نگاہ نیز متوازن اور مرتب انداز فکر، افسانہ نگار کا قیمتی سرمایہ ہے۔

**نظم و ضبط**

افسانے کے پلاٹ میں نظم و ضبط اور موزوں ترتیب کا ہونا بھی ضروری ہے۔ اگر افسانے کے واقعات اور کرداروں میں ایک متوازن ربط موجود ہو تو اسے منظم پلاٹ کہا جائے گا۔ کہانی کے واقعات اگر ربط اور ترتیب سے خالی ہوں

تو ایسے پلاٹ کو غیر منظم پلاٹ کہا جائے گا۔ اگر افسانے میں ایک مرکزی کہانی کے ساتھ چند اور قصے بھی ایک خاص توازن اور ترتیب کے ساتھ مربوط ہوں تو اس قسم کے پلاٹ کو مرکب پلاٹ کہیں گے۔

**کردارنگاری**

ایک کامیاب افسانے میں کردار نگاری کو بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔ افسانے کے کرداروں کو ہمارے گردوپیش چلتے پھرتے انسانوں کی خصوصیات اور اخلاق و عادات کا حامل ہونا چاہئے۔ اگر کردار مصنوعی ہوں گے توقاری کو متاثر نہیں کرسکیں گے۔ ایک کردار کو بلاوجہ مثالی کردار دکھانا اور دوسرے کو بلاسبب اخلاق کی پستیوں میں دھکیل دینا بھی افسانے کی ایک بہت بڑی خامی ہے۔ جس طرح عام انسان عادات و اطوار میں ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیناسی طرح افسانے کے کرداروں میں بھی یکسانیت نہیں ہونی چاہئے۔ مثال کے طور پر ناپختہ نوجوانوں، پختہ کار اور جہاندیدہ بوڑھوں، عورتوں اور بچوں میں ان کی فطرت اور نفسیات کے اعتبار سے فرق دکھانا چاہئے۔افسانے کا مثالی کردار بڑا معیاری اور عام انسانوں سے بلند ہونا چاہئے لیکن اسے اس قسم کے غیر فطری اور ماورائی اوصاف سے بھی متصف نہیں دکھانا چاہئے کہ وہ ایک مافوق الفطرت انسان بن کر رہ جائے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ افسانے کی کامیابی کا دارومدار بالعموم مثالی کرداروں کی کامیاب کردار نگاری پر ہوتا ہے مگر چند ایسے ذیلی کردار جو افسانے کو اختتام تک پہنچانے میں مدد دیتے ہیں ان کی اہمیت بھی اپنی جگہ کچھ کم نہیں۔

**منظرکشی**

حالات و اقعات کی کامیاب منظر کشی افسانے کی بہت بڑی خصوصیت ہے۔ افسانہ نگار کو چاہئے کہ یہ مقصد حاصل کرنے کے لئے افسانے کا پلاٹ مقامی ماحول سے مرتب کرے تاکہ واقعات کی تصویر کشی میں اس سے کوئی فروگزاشت نہ ہوجائے۔ بعض اوقات افسانے میں غیر ملکی ماحول کی عکاسی کرنا پڑتی ہے۔ اس مقصد کے لئے افسانہ نگار کو متعلقہ ملک کے باشندوں کی معاشرت، عادات و خصائل اور جغرافیائی ماحول سے پوری طرح باخبر ہونے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس غرض کے لئے دوسرے ملکوں کی تہذیب و معاشرت اور جغرافیائی حالات کا مطالعہ از بس لازم ہے۔ اس سلسلے میں غیر ممالک کے لوگوں سے میل جول کے مواقع پیدا کرتے رہنا بھی مفید ہوسکتا

ہے۔

**مقصدیت**

ادب برائے زندگی کے مصداق افسانے کا مقصد بہر صورت تعمیری ہونا چاہئے۔ اچھا فنکار وہ ہے جو اپنے قلم کو مقدس امانت سمجھے، اسے صحت مند معاشرتی اصلاح کے لئے وقف رکھے، اور موقع بموقع ملک کے سیاسی، سماجی، اخلاقی، معاشی اور تعلیمی مسائل پر رائے زنی کرتا رہے۔

**افسانے کے مراحل اور اجزا**

افسانے کے ظاہری اور معنوی خدوخال کی تریب، تشکیل اور تہذیب کے لئے افسانہ نگار کو بالعموم ذیل کے فکر مراحل میں سے گزرنا پڑتا ہے۔

**موضوع کا انتخاب**

زندگی ان گنت موضوعات میں بٹی ہوئی ہے اس لئے افسانے کے موضوعات بھی بے شمار ہیں۔ اگر افسانہ نگار کو قدرت کی طرف سے دل بیدار اور دیدئہ بینا عطا ہوا ہو تو موضوع کا انتخاب کوئی مشکل بات نہیں۔ یہ موضوع مناظر قدرت، جاندار اشیاہ، حیات انسانی کے مختلف جذباتی پہلووں، اس کی سماجی، سیاسی، اقتصادی اور تمدنی زندگی کے مختلف گوشوں سے اخذ کیے جاسکتے ہیں۔ افسانہ نگار کو صرف وہی موضوع انتخاب کرنے چاہئیں جو اس کی افتاد طبع کے مطابق ہوں یا جن سے انہیں طبعی لگاو اور ذاتی دلچسپی ہو۔

**عنوان**

بعض اوقات افسانے کا عنوان ہیرو یا ہیروئن کے نام پر رکھا جاتا ہے۔ افسانے کے انجام کو بھی ایک حسین ترکیب کی صورت میں زیب عنوان بنالیا جاتا ہے۔ بعض دفعہ افسانے کی سرخی قائم کرتے ہوئے موسم یا وقت کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ کبھی پلاٹ کی مناسبت سے کسی شعر کے ایک مصرعے یا مصرعے کے ایک ٹکڑے کو بھی بطور عنوان کے لکھ دیا جاتا ہے۔ بعض دفعہ افسانے کے مجموعی تاثر کو ذہن میں رکھ کر عنوان قائم کردیا جاتا ہے۔

**تمہید**

افسانے کے تمہیدی جملوں میں جادو کا اثر ہونا چاہئے تاکہ قاری ان ابتدائی جملوں سے پورے افسانے کے بارے میں ایک گہرا تاثر قبول کرے اور پورا افسانہ پڑھنے کے لئے مضطرب ہوجائے۔ بعض اوقات افسانے کا آغاز کہانی کے کسی آخری یا درمیانی واقعہ سے کیا جاتا ہے۔ اس سے قاری میں تجسس

کا جذبہ ابھرتا ہے۔ کسی مؤثر کردار کے تعارف سے بھی افسانے کا آغاز ہوسکتا ہے۔ کسی دلچسپ اور موثر مکالمے کو بھی افسانے کی تمہید بنایا جاسکتا ہے۔ ہر نوع افسانے کی تمہید ایسی موثر، جاندار اور مسحور کن ہونی چاہئے جسے پڑھ کر قاری کی آتش شوق بھڑک اٹھے۔

**پلاٹ**

افسانہ نگار خام مواد کو ترتیب دینے کے لئے واقعات کے ربط و تعلق کے مطابق کہانی کا جو ڈھانچہ تیار کرتا ہے اسے پلاٹ کہتے ہیں۔ افسانے کا پلاٹ ایسے احوال و واقعات اور تجربات سے مرتب کرنا چاہئے جو ہماری زندگی میں آئے دن ہوتے رہتے ہیں۔ زندگی کے روز مرہ واقعات میں کہانی کا چٹخارا اور جذباتی رنگ بھرنے کے لئے افسانہ نگاروں کو عبارت آرائی اور تصنع سے بھی کام لینا پڑتا ہے۔ ورنہ افسانے اور سپاٹ قسم کی واقعہ نگاری میں کوئی فرق نہیں رہے گا

**مکالمے**

افسانے کے مکالموں کا لب ولہجہ سادہ، فطری، برجستہ اور شگفتہ ہونا چاہئے۔ خوشی، غم، حیرت یا غیظ و غضب کے موقعوں پر لہجے کے آہنگ میں موقع و محل کے مطابق فرق کرنا لازم ہے۔ بچوں کا لہجہ معصوم اور سادہ، مردوں کا لہجہ موقع محل کے اعتبار سے جاندار، پختہ سنجیدہ اور بعض اوقات درشت، مگر تدبر آمیز، عورتوں کا لہجہ عام طور پر نرم و ملائم، اور شفقت آمیز ہونا چاہئے۔ افسانے میں باوقار سنجیدگی کی فضا کو قائم رکھنے کے لئے مکالموں میں تہذیب اور شائستگی کا پہلو نمایاں رکھنا چاہئے۔ کرداروں کا بازاری قسم کے متبذل اور غیر شریفانہ لب و لہجے سے مجتنب رہنا ضروری ہے۔ ایسی ظرافت جو ابتذال کی حدوں سے دور رہے، افسانے کو ناگوار قسم کی سنجیدگی سے محفوظ رکھتی ہے۔

**کشمکش**

افسانے میں ایک منزل ایسی بھی آتی ہے جب کہانی بعض پیچیدہ مسائل کے گرد گھومتی ہے۔ اس منزل میں افسانہ نگار کو کردارون کی سیرت کے صحیح خدوخال نمایاں کرنے کا موقع ملتا ہے۔ اس پیچیدہ مقام کو افسانے کی اصطلاح میں کشمکش Crisis کہتے ہیں۔

**Climax نقطئہ عروج**

کشمکش کی منزل سے گزر کر کہانی کے واقعات نقطئہ عروج Climax کی فضا میں پہنچ جاتے ہیں اور قاری اس سوچ میں پڑجاتا ہے کہ نہ جانے اب کیا ہوگا۔ اس موقع پر انجام بالکل غیر یقینی سا ہوتا ہے، اس لئے وہ بڑی بیتابی سے کسی فیصلہ کن موڑ کا منتظر ہوتا ہے۔

**اختتامِ افسانہ**

افسانے کے اختتام پر کشمکش اور تصادم کی فضا آہستہ آہستہ ختم ہوجاتی ہے اور افسانہ قاری کے ذہن پر کوئی طربیہ، حزنیہ یا حیران کن اضطرابی کیفیت چھوڑ کر اپنے انجام کو پہنچ جاا ہے۔ افسانے کا انجام کچھ ایسا فطری انداز میں ہونا چاہئے کہ قارئین کے دل یہ محسوس کریں کہ کہانی کا یہ انجام بڑا مناسب اور برمحل ہے اور اس کے علاوہ کوئی اور انجام ممکن ہی نہیں تھا۔

**اردو غزل کی تعریف**

غزل اردو شاعری کی سب سے مقبول صنف سخن ہے۔ پروفیسر رشید احمد سدیقی نے اسے بجا طور پر اردو شاعری کی آبرو کہا ہے۔ اردو میں جب سے تنقید کا باقاعدہ آغاز ہوا اس وقت سے لے کر اب تک غزل طرح طرح کے اعتراضات کا نشانہ بنتی رہی ہے۔ لیکن اس کی مقبولیت کم ہونے کے بجائے ہر بار بڑھتی ہی گئی اور یہ ثابت ہو گیا کہ غزل میں زمانے کے ساتھ بدلنے ، ہر ضرورت کو پورا کرنے اور ہر طرح کے مضمون کو ادا کرنے کی صلاحیت موجود ہے اور اب تو یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ اس صنفِ سخن کو کھبی زوال نہ ہو گا

غزل عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کے معنی ہیں عورتوں سے باتیں کرنا یا عورتوں کی باتیں کرنا۔ اس صنف کو غزل کا نام اس لیے دیا گیا کہ حسن و عشق ہی اس کا موضوع ہوتا تھا۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کے

موضوعات میں وسعت پیدا ہوتی گئی اور آج غزل میں ہر طرح کے مضمون کو پیش کرنے کی گنجائش ہے

غزل  کی ابتداء عرب میں ہوئی  ۔ وہاں سے یہ ایران میں پہنچی اور فارسی میں اس نے بہت ترقی کی۔ فارسی ادب کے راستے یہ اردو ادب میں داخل ہوئی اور ہر خاص و عام میں مقبول ہو گئی۔

**غزل کی خصوصیات**

غزل کے تمام مصرعے ایک ہی وزن اور ایک ہی بحر میں ہوتے ہیں۔ غزل کا پہلا شعر مطلع کہلاتا ہے اور اس کے دونوں مصرعے ہم قافیہ یا ہم قافیہ اور ہم ردیف ہوتے ہیں۔ ردیف وہ لفظ یا الفاظ کا مجموعہ ہے جسے ہر شعر کے آخر میں دھرایا جائے۔اس سے پہلے قافیہ ہوتا ہے جس کا آخری حرف یا آخر کے چند حرف یکساں ہوتے ہیں۔ جیسے : دوا، ذرا، یا میر، پیر وغیرہ۔ بعض غزلوں میں قافیے کے ساتھ ردیف بھی ہوتی ہے ۔ بعض میں صرف قافیہ ہوتا ہے۔ غزل کا آخری شعر جس میں شاعر اپنا تخلص استعمال کرتا ہے "مقطع" کہلا تا ہے۔ ان کی مثالیں یہاں پیش کی جاتی ہیں۔

جیسے۔

ہم نے مانا کہ کچھ نہیں غالبؔ

مفت ہاتھ آئے تو برا کیا ہے

ہم کو یاروں نے یاد بھی نہ رکھا

جونؔ یاروں کے یار تھے ہم تو

**غزل کا ارتقاء**

اردو شاعری کا بیشتر سرمایہ غزل پر مشتمل ہے اور تقریباً تمام شاعروں نے غزلیں کہی ہیں۔ لیکن یہاں صرف صف اوّل کے غزل گو شعراء کا ذکر کیا جا

رہا ہے۔ دکن کا پہلا صاحب دیوان شاعر قلی قطب شاہ غزل گو بھی تھا لیکن اس صنف میں جن دکنی شعراء نے خاص طور پر نام پیدا کیا ان میں سراجؔ اور ولیؔ قابل ذکر ہیں۔ شمالی ہند کے فارسی شعراء ولیؔ کا کلام دیکھ کر ہی اس طرف متوجہ ہوئے۔ان میں شاہ حاتم، شاہ مبارک آبرو، مرزا مظہر جان جاناں کے نام اہم ہیں۔ اس کے بعد غزل کے سنہری دور کا آغاز ہوتا ہے۔ اس دور کے لافانی شاعر ہیں میرؔ، سوداؔ اور دردؔ اس کے بعد دہلی کے اجڑنے پر لکھنؤ میں شاعری کی محفل جمتی ہے۔ یہاں کے شاعروں میں مصحفیؔ ،انشاءؔ اور جرأتؔ قابل ذکر ہیں۔ ان کی غزلوں کا انداز شعرائے دہلی کی غزلوں سے مختلف ہے۔ اس کے بعد دہلی میں پھر سے شاعری کی محفلیں آراستہ ہوتی ہیں۔ غالبؔ ،ذوقؔ اور مومنؔ اسی دور سے تعلق رکھتے ہیں۔ غالبؔ نے غزل کے موضوعات کو وسعت دی اور اسے فکر سے آشنا کیا۔ ذوقؔ نے زبان پر زیادہ زور دیا۔ مومنؔ نے معاملاتِ عشق میں نام حاصل کیا۔

اقبالؔ نے غزل میں فلسفہ پیش کرکے ایک نئے انداز کی بنیاد رکھی۔ ان کے بعد اصغرؔ ،فانیؔ ، شادؔ، حسرتؔ، آرزوؔ ،یگانہؔ اور جگرؔ نے غزل کو فروغ دیا۔ پھر فراقؔ، فیضؔ، روشؔ ،جذبیؔ ،خورشیدؔ، ناصر کاظمی، خلیل ارحمان اعظمی، ظفر اقبال، احمد مشتاق ،شکیبؔ جلالی، ساقی فاروقی ، عادل منصوری ، محمد علوی ، پرکاش فکری ، اطہر نفیس ، منظور ہاشمی وغیرہ ہیں۔ جموں کشمیر کے شعرا جو محفل شعر سجائے ہوئے ہیں ان کے نام یوں ہے۔ نذیر آزاد ،شفق سوپوری،حامدی کشمیری،اور حکیم منظور قابل ذکر ہیں۔

## انشائیہ کی صنف ،تعریف اور ارتقاء

انشائیہ مضمون نگاری کا وہ جزو ہے جس میں مصنف اپنے ذاتی اور انفرادی تجربات کو پیش کرتا ہے۔اس پیشکش میں اس کی اپنی شخصیت کافی نمایاں رہتی ہے۔اس طرح انشائیہ میں ایک قسم کا داخلی رنگ پایا جاتا ہے۔انشائیہ کا تعلق تخلیقی ادب سے ہوتا ہے۔اختصار، بےربطی، اظہار، شخصیت اور

انبساطی مقصد انشائیہ کی خصوصیات ہیں۔انشائیہ میں طنز و مزاح کا عنصر بھی ملتا ہے لیکن یہ اس کے لیے لازمی نہیں ہے۔

اردو ادب میں انشائیہ کی صنف کا آغاز کب ہوا اور اردو کا پہلا انشائیہ نگار کون ہے اس بارے میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔اس بات میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے کہ اس صنف نے یہاں آنکھ کھولی یا اسے مغربی ادب سے مستعار لیا گیا۔اصلیت یہ ہے کہ انشائیہ عالمی ادب میں بھی ایک نوآموز صنف ہے اور ابھی تک اس کی خصوصیات قطعیت کے ساتھ متعین نہیں ہوسکی ہیں۔

مولانا محمد حسین آزاد کے دور کو اردو ادب میں انشائیہ کی صبح کاذب اور رشید میں صدیقی کے دور کو صبح صادق کہا گیا ہے۔اور یہ خیال درست ہے۔اس کے علاوہ عبدالحلیم، خواجہ حسن نظامی، مرزا فرحت اللہ بیگ،ملا رموزی، پطرس بخاری اور کنیا لال کپور نے بھی انشائیے لکھے ہیں۔ان لوگوں نے اردو نثر کی اس نازک صنف کی آبیاری کر کے اسے فروغ دیا ہے۔

## (۱) مولانا محمد حسین آزاد

آزاد کے قلم میں عجیب طرح کا جادو ہے۔ علامہ شبلی نے جو یہ بات کہی ہے کہ:

**"وہ (آزاد)گپ شپ بھی ہانک دے تو وحی معلوم ہوتی ہے"**

بلکل حرف بحرف درست ہے۔ ان کی کتاب **"نیرنگ خیال"** کے شہ پاروں کو بھلا انشائیہ کے سوا اور کیا نام دیا جاسکتا ہے۔اس کے علاوہ **"آب حیات"** اور **"درباراکبری"** کے مضامین پر کبھی افسانے کبھی خاکے اور کبھی انشائیے کا گمان ہوتا ہے۔

## (۲) عبدالحلیم شرر

لکھنوی زبان پر انہیں دسترس حاصل تھی۔ان کی بیشتر تصانیف فکشن کے ذیل میں اور چند ایک انشائیہ نگاری کے ذیل میں آتی ہیں۔لیکن ان کی تصانیف میں جو انداز بیان ہے اس کی وجہ سے جگہ جگہ انشائیے کا گمان ہوتا ہے۔ان کے خاص ہلکے پھلکے کچھ ایسے مضامین ہیں جنہیں مکمل طور پر انشائیہ کہا جاسکتا ہے۔

### (۳) خواجہ حسن نظامی

خواجہ حسن نظامی کا شمار اردو کے صاحب طرز انشائیہ نگاروں میں ہوتا ہے۔بیگمات کی زبان پر جیسی قدرت ان کو حاصل ہے ایسی کسی اور کو کہاں۔1857ء کے بعد بیگمات کیلا کو جن مصائب کا سامنا کرنا پڑا حسن نظامی نے ان دکھوں کو **"بیگمات کے آنسوں"** عنوان کے تحت لکھا ہے۔ان میں زیادہ تر حقیقت ہے اور کچھ افسانہ بھی۔اندازبیان دلکش اور پرتاثیر ہے۔یہ انشیاء نگاری کی عمدہ مثال ہے۔**"جھینگر کا جنازہ"** اور **"گلاب تمھارا کیکر ہمارا"** دو ایسے انشائیے ہے جو کڑی سے کڑی کسوٹی پر بھی پورے اترتے ہیں۔

### (٤) مرزا فرحت اللہ بیگ

ان کے ہاں بھی انشاءنگاری عروج پر نظر آتی ہے۔ان کی تحریروں میں ظرافت، انشاء نگاری اور لطف بیان سب گل مل گئے ہیں۔اور انشائیہ میں ان سب کا گھل مل جانا ضروری بھی ہے۔**"مولوی نذیر احمد کی کہانی کچھ ان کی کچھ میری زبانی"**، **"دلی کا آخری یادگار مشاعرہ"** اور **"ایک وصیت کی تعمیل میں"**کے علاوہ ان کے مضامین کا مطالعہ کیجئے تو انشائیہ کے کئی نمونے ملتے ہیں۔

### (٥) رشید احمد صدیقی

رشید احمد صدیقی کی نگارشات میں انشائیہ نگاری کا فن بدرجہ اتم موجود ہے۔مزاح نگار ہونے کے علاوہ ان میں یہ صلاحیت بھی موجود ہے کہ پیچیدہ اور فلسفیانہ مضامین کو بھی ہلکے پھلکے انداز میں اس طرح پیش کرتے ہیں کے حیرت ہوتی ہے۔**"ارہر کا کھیت"** **"وکیل"** **"دو ایسے گھاٹ"** اور **"چارپائی"** بھی عمدہ انشائیے ہیں۔

### (٦) پطرس بخاری

احمد شاہ بخاری پطرس ایک اہم انشائیہ نگار ہیں۔ان کے مضامین بے حد مقبول ہوئے۔ **"کتے"** **"سویرے جو کل میری آنکھ کھلی"** **"ہوسٹل میں پڑھنا"** **"سینما کا عشق"** **"لاہور کا جغرافیہ"**ان کے عمدہ انشائیے ہیں۔

مختصراً انشائیہ نگاری کا یہ قافلہ ابھی رواں دواں ہے۔مذکورہ مصنفین کے علاوہ **کنہیا لال کپور، شوکت تھانوی، اختراورینوی ، احمد جمال پاشا، ابن**

انشاء وغیرہ کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔آج بھی کئی مصنفین اس صنف کی آبیاری میں مصروف ہیں۔